تیرھویں آیت:۔

اِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَآ اٰتَیْتُکُمْ مِّنْ کِتٰبٍ وَّحِکْمَۃٍ ثُمَّ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَکُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِہٖ وَلَتَنْصُرُنَّہٗ (آل عمران ۸۲) جب اللہ تعالیٰ نے نبیوں سے عہد لیا کہ جب تم کو کتاب اور حکمت دیکر بھیجا جائے اور پھر تمہارے پاس ہمارا رسول آئے تو تم اُس پر ایمان لانا اور اس کی امداد کرنا۔

حضرت امام رازی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"فَحَاصِلُ الْکَلَامِ اِنَّہٗ تَعَالٰی اَوْجَبَ عَلٰی جَمِیْعِ الْاَنْبِیَآءِ الْاِیْمَانَ بِکُلِّ رَسُوْلٍ جَآءَ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَھُمْ" (تفسیر کبیر جلد ۲ صفحہ ۳۲۶ نیچے سے آٹھویں سطر مطبوعہ مصر زیر آیت ہذا)۔

یعنی خلاصہ کلام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء پر یہ بات واجب کر دی کہ وہ ہر اُس رسول پر ایمان لائیں جو اُن کی اپنی نبوت کا مصدق ہو۔

اب سوال یہ ہے کہ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی یہ عہد لیا گیا یا نہیں۔ قرآن مجید میں ہے:۔ وَ اِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِیّٖنَ مِیْثَاقَھُمْ وَمِنْکَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّ اِبْرٰھِیْمَ وَمُوْسٰی وَعِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ (الاحزاب : ۸) کہ ہم نے جب نبیوں سے عہد لیا تو آپ سے بھی لیا اور حضرت نوح اور ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ ابن مریم علیہم السلام سے بھی یہی عہد لیا۔

اگر آپ کے بعد نبوت بند تھی۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے یہ عہد نہیں لینا چاہیئے تھا مگر آپ سے بھی اس عہد کا لینا امکانِ نبوت کی دلیل ہے۔

امکانِ نبوت از رُوئے احادیثِ نبویؐ

پہلی حدیث: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْقُدُّوْسِ ابْنُ مُحَمَّدٍ۔ حَدَّثَنَا دَاؤُدُ ابْنُ شَبِیْبٍ الْبَاھِلِیُّ حَدَّثَنَا اِبْرَاھِیْمُ ابْنُ عُثْمَانَ حَدَّثَنَا الْحَکَمُ ابْنُ عُتَیْبَۃَ عَنْ مِقْسَمٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ لَمَّا مَاتَ اِبْرَاھِیْمُ ابْنُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَقَالَ اِنَّ لَہٗ مُرْضِعًا فِی الْجَنَّۃِ وَلَوْ عَاشَ لَکَانَ صِدِّیْقًا نَّبِیًّا۔

(ابن ماجہ جلد ۱ کتاب الجنائز باب مَا جَآءَ فِی الصَّلٰوۃِ عَلَی ابْنِ رَسُوْلِ اللّٰہِ وَذِکْرِ وَفَاتِہٖ صفحہ ۲۳۷ مصری)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا بیٹا ابراہیم فوت ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اُس کی نماز جنازہ پڑھی اور فرمایا کہ جنت میں اس کے لئے ایک انّا ہے۔ اور فرمایا کہ اگر یہ زندہ رہتا تو سچا نبی ہوتا۔

یہ واقعہ وفات ابراہیم ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ۹ھ میں ہوا۔ اور آیت خاتم النبیین ۵ھ میں نازل ہوئی۔ گویا آیت خاتم النبیین کے نزول کے چار سال بعد حضورؐ فرماتے ہیں کہ اگر میرا بیٹا

ابراہیم زندہ رہتا تو نبی ہوتا۔ گویا حضورؐ کے نزدیک اس کا نبی نہ بننا اس کی موت کی وجہ سے ہے نہ کہ انقطاعِ نبوت کے باعث اگر آنحضرت اللہ علیہ وسلم "خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ" کا مطلب یہ سمجھتے کہ آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا تو آپؐ کو فرمانا چاہیئے تھا لَوْ عَاشَ اِبْرَاهِیْمُ لَمَا كَانَ نَبِیًّا لِاَنِّیْ خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ کہ اگر ابراہیم زندہ رہتا۔ تب بھی نبی نہ ہوتا۔ کیونکہ میں خاتم النبیین ہوں۔ جیسے کوئی آدمی کہے۔ کہ اگر میرا بیٹا زندہ رہتا تو بی۔ اے ہو جاتا۔ کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ بی۔ اے کی ڈگری ہی بند ہے؟ نہیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ بی۔ اے کی ڈگری تو مل سکتی ہے لیکن اس کی موت اس کے حصول میں مانع ہوئی یہی مطلب اس حدیث کا ہے کہ نبوت تو مل سکتی ہے مگر ابراہیم کو چونکہ وہ فوت ہو گیا اس لئے اسے نہیں مل سکی۔

حدیث کی صحت کا ثبوت

۱۔ یہ حدیث "ابن ماجہ" میں ہے جو صحاح ستہ میں سے ہے۔

۲۔ اس حدیث کے متعلق شہاب علی البیضاوی میں لکھا ہے:۔ اَمَّا صِحَّةُ الْحَدِیْثِ فَلَا شُبْهَةَ فِیْهِ لِاَنَّهٗ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَغَیْرُهٗ كَمَا ذَكَرَهُ ابْنُ حَجَرٍ (الشہاب علی البیضاوی جلد ۷ ص۱۲۵)۔ کہ اس حدیث کی صحت میں کوئی شبہ نہیں۔ کیونکہ اس کو ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔ اور دوسروں نے بھی جیسا کہ حافظ ابنِ حجر نے ذکر کیا ہے۔

۳۔ ملا علی قاریؒ جیسا محدث لکھتا ہے:۔

لَهٗ طُرُقٌ ثَلَاثٌ یُقَوِّیْ بَعْضُهَا بِبَعْضٍ (موضوعات کبیر ص۵۸)۔ کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ حدیث موضوع ہے مگر یہ موضوع نہیں کیونکہ یہ تین طریقوں سے مروی ہے اور اس کا ہر ایک طریق دوسرے طریقہ سے تقویت پکڑتا ہے انہوں نے اس کو اس قدر صحیح قرار دیا ہے کہ آیت خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ کی اس لئے تاویل کی ہے کہ وہ اس حدیث کے معارض نہ ہو چنانچہ فرماتے ہیں:۔

فَلَا یُنَاقِضُ قَوْلَهٗ تَعَالٰی خَاتَمَ النَّبِیِّیْنَ اِذِ الْمَعْنٰی اَنَّهٗ لَا یَاْتِیْ نَبِیٌّ بَعْدَهٗ یَنْسَخُ مِلَّتَهٗ وَلَمْ یَكُنْ مِنْ اُمَّتِهٖ (موضوعات کبیر ص۵۹) کہ یہ حدیث خاتم النبیین کے مخالف نہیں ہے کیونکہ خاتم النبیین کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی ایسا نہیں آ سکتا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شریعت کو منسوخ کرے اور آپؐ کی اُمت میں سے نہ ہو۔

۴۔ یہ حدیث جیسا کہ حضرت مُلا علی قاریؒ کی مندرجہ بالا تحریر سے ثابت ہے تین طریقوں سے مروی ہے یعنی صرف حضرت ابن عباسؓ ہی کی مندرجہ بالا روایت نہیں بلکہ حضرت ابن عباسؓ کے علاوہ حضرت انسؓ اور حضرت جابرؓ سے بھی مروی ہے۔ حضرت حافظ ابن حجر العسقلانیؒ بحوالہ حضرت سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت انسؓ والی روایت بھی صحیح ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:۔

وَبَیَّنَ الْحَافِظُ السُّیُوْطِیُّ اَنَّهٗ صَحَّ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ سُئِلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰه

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ ابْنِهِ إِبْرَاهِيمَ قَالَ لَا أَدْرِي رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَى إِبْرَاهِيمَ لَوْ عَاشَ لَكَانَ صِدِّيقًا نَبِيًّا۔"

یعنی حضرت امام سیوطیؒ نے بیان کیا ہے کہ حضرت انسؓ سے صحیح روایت ہے کہ آپ سے کسی نے دریافت کیا کہ کیا آنحضرت صلعم نے کسی کے سوال کے جواب میں یہ فرمایا تھا کہ اگر وہ زندہ رہتا تو سچا نبی ہوتا، تو حضرت انسؓ نے فرمایا یہ تو مجھے یاد نہیں لیکن خدا کی رحمت ہو ابراہیم پر کہ اگر وہ زندہ رہتے تو یقیناً نبی ہوتے۔" (الفتاوی الحدیثیۃ مصنفہ حضرت امام ابن حجر ہیثمیؒ ص۱۵۰ مطبوعہ مصر)۔

یہ روایت تیسرے طریقے سے حضرت جابرؓ سے مروی ہے جیسا کہ حضرت امام سیوطیؒ فرماتے ہیں:۔

"وَرَوَاهُ ابْنُ عَسَاكِرَ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ"

(الفتاوی الحدیثیۃ مصری ص۱۵۰)

پس یہ حدیث تین مختلف طریقوں سے اور تین مختلف صحابیوں سے مروی ہے۔ اس لئے اس کی صحت میں کوئی شبہ نہیں ہو سکتا۔

اسناد

اس حدیث کی اسناد میں چھ راوی ہیں:۔

۱۔ عبد القدوس بن محمد۔ اس کے متعلق حافظ ابن حجر عسقلانی کی کتاب تہذیب التہذیب میں جو اسماء الرجال کی بہترین کتاب ہے لکھا ہے:۔

"قَالَ النَّسَائِيُّ ثِقَةٌ وَذَكَرَهُ ابْنُ حِبَّانَ فِي الثِّقَاتِ"

(تہذیب التہذیب حرف عین جلد ۶ ص۳۷۰)

کہ نسائی نے کہا کہ یہ راوی ثقہ ہے اور ابن حبان نے اسے ثقہ راویوں میں شمار کیا ہے۔

۲۔ داؤد بن شبیب الباہلی:۔

قَالَ أَبُو حَاتِمٍ صَدُوقٌ وَ ذَكَرَهُ ابْنُ حِبَّانَ فِي الثِّقَاتِ (تہذیب التہذیب جلد ۳ ص۱۸۸)، کہ ابو حاتم نے کہا کہ سچا ہے اور ابن حبان نے اسے ثقہ راویوں میں شمار کیا ہے۔

۳۔ ابراہیم بن عثمان اس کے متعلق بعض لوگوں نے کہا کہ ضعیف ہے مگر اس کی کوئی وجہ نہیں بتائی یہ "واسط" کے شہر میں قاضی تھا اس کے متعلق بھی تہذیب التہذیب میں لکھا ہے:۔

قَالَ يَزِيدُ ابْنُ هَارُونَ مَا قَضَى عَلَى النَّاسِ رَجُلٌ يَعْنِي فِي زَمَانِهِ أَعْدَلَ فِي قَضَاءٍ مِنْهُ ..... قَالَ ابْنُ عَدِيٍّ لَهُ أَحَادِيثُ صَالِحَةٌ وَهُوَ خَيْرٌ مِنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ أَبِي حَيَّةَ۔

(تہذیب التہذیب ص۱۴۵ و الکمال فی اسماء الرجال مصنفہ علامہ خزرجیؒ حاشیہ ص۲)

کہ یزید بن ہارون نے کہا ہے کہ اس کے زمانہ میں اس سے زیادہ عدل اور انصاف کے ساتھ کسی نے فیصلے نہیں کئے اور ابن عدی نے کہا ہے کہ اس کی حدیثیں اچھی ہوتی ہیں۔ اور ابو حیۃ سے اچھا راوی ہے

ابوحیہ کے متعلق تہذیب التہذیب میں لکھا ہے۔

قَالَ النَّسَائِیُّ ثِقَةٌ .... وَوَثَّقَهُ الدَّارُقُطْنِیُّ ..... اِبْنُ حِبَّانَ۔ (تہذیب التہذیب جلد ا ص۱۱۴) کہ دارقطنی ابن قانع اور ابن حبان نے اُسے ثقہ قرار دیا ہے اور نسائی نے کہا ثقہ ہے۔

ابراہیم بن عثمان جب ابوحیہ سے اچھا ہے اور ابوحیہ ثقہ ہے پس ثابت ہوا کہ ابراہیم بن عثمان اس سے بڑھ کر ثقہ ہے بھلا جو شخص اتنا عادل ہو کہ اس کے زمانہ میں اس کی نظیر نہ ملے اس کے متعلق بلاوجہ یہ کہہ دینا کہ وہ جھوٹی حدیثیں بنایا کرتا تھا صریحاً ظلم ہے حقیقت یہ ہے کہ چونکہ وہ بڑا عادل اور باانصاف آدمی تھا۔ ناجائز طور پر کسی کی رعایت نہ کرتا تھا بعض لوگوں نے کینہ کی وجہ سے اس کے متعلق یہ کہہ دیا کہ وہ بُرا ہے۔ پس جب تک کوئی معقول وجہ پیش نہ کی جائے اُس وقت تک اس کے مخالفین کی کوئی بات قابل سند نہیں۔

"عادل" تو کہتے ہی اس کو ہیں جو چیز کو اپنے محل پر رکھے۔ جب وہ "عادل" تھا تو وہ کس طرح جھوٹے اقوال آنحضرت صلعم کی طرف منسوب کر سکتا تھا۔ اور ہم اس کے متعلق تہذیب التہذیب ہی سے دکھا چکے ہیں کہ لَهُ اَحَادِیْثُ صَالِحَةٌ کہ اس کی احادیث قابل اعتبار ہیں علاوہ ازیں جیسا کہ اوپر بتایا گیا ہے کہ حدیث تین مختلف طریقوں اور تین مختلف صحابیوں سے مروی ہے۔ اس لئے اگر محض ایک طریق (الطریق حضرت ابن عباس) کے ایک راوی پر تم جرح بھی کرو پھر بھی حدیث کی صحت مشکوک نہیں ہو سکتی جیسا کہ حضرت ملا علی قاریؒ اور حضرت امام سیوطیؒ اور حضرت حافظ ابن حجرؒ کے اقوال سے اوپر ثابت کیا جا چکا ہے۔

بعض امثلۂ تضعیف

کسی کے محض یہ کہہ دینے سے کہ فلاں راوی ضعیف ہے درحقیقت وہ راوی ناقابل اعتبار نہیں ہو جاتا۔ جب تک اس کی تضعیف کی کوئی معقول وجہ نہ ہو کیونکہ اس امر میں اختلاف کثیر موجود ہے چنانچہ ۱۔ ابراہیم بن عبداللہ بن محمدؒ کے متعلق تہذیب التہذیب میں لکھا ہے "زَعَمَ ابْنُ الْقَطَّانِ اِنَّهٗ ضَعِیْفٌ" کہ ابن قطان کے نزدیک ضعیف ہے اس کے آگے اسی صفحہ پر لکھا ہے۔

۲۔ قَالَ الْخَلِیْلِیُّ کَانَ ثِقَةً وَقَالَ مَسْلَمَةُ بْنُ قَاسِمِ الْاَنْدَلُسِیُّ ثِقَةٌ (تہذیب التہذیب جلد ا ص۳۷) کہ خلیلی نے کہا ہے کہ وہ ثقہ تھا اور مسلمہ بن قاسم اندلسی نے بھی اسے ثقہ قرار دیا ہے اسی طرح ابراہیم بن صالح بن درہم الباہلی ابومحمد البصری کے متعلق لکھا ہے۔

۳۔ قَالَ الدَّارُقُطْنِیُّ ضَعِیْفٌ کہ دارقطنی نے کہا کہ ضعیف ہے حالانکہ ذَکَرَهُ ابْنُ حِبَّانَ فِی الثِّقَاتِ (تہذیب التہذیب جلد ا ص۱۳۸) کہ ابن حبان نے اسے ثقہ قرار دیا ہے غرضیکہ بعض لوگوں کا ابراہیم بن عثمان کو محض ضعیف قرار دے دینا حجت نہیں۔ خصوصاً جبکہ ہم اس حدیث کی صحت کے متعلق "شہاب علی البیضاوی" اور "ملا علی قاری" جیسے محدث کی شہادت جو ناقابل تردید ہے پیش کر چکے ہیں۔

۴۔ اس حدیث کا چوتھا راوی اَلْحَکَمُ بْنُ عُتَیْبَةَ ہے۔ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ الدَّوْرِیُّ کَانَ

لَهُمُ النُّبُوَّةُ الْعَامَّةُ الَّتِیْ لَا تَشْرِیْعَ فِیْهَا (فصوص الحکم فص حِکْمَةٍ قَدَرِیَّةٍ فِیْ کَلِمَةٍ عُزَیْرِیَّةٍ) کہ جو نبوت اور رسالت شریعت والی ہوتی ہے۔ پس وہ تو آنحضرت صلعم پر ختم ہو گئی ہے پس آپ کے بعد شریعت والا نبی کوئی نہیں آ سکتا ..... ہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر مہربانی کرکے ان میں عام نبوت جس میں شریعت نہ ہو باقی رہنے دی۔

۳۔ عارف ربانی سید عبدالکریم جیلانی ابن ابراہیم جیلانی فرماتے ہیں:۔

فَانْقَطَعَ حُکْمُ النُّبُوَّةِ التَّشْرِیْعِ بَعْدَهٗ وَکَانَ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَاتَمَ النَّبِیِّیْنَ (الانسان الکامل باب ۳۶ ترجمہ اردو خزینۃ التصوف ص۲۶) کہ تشریعی نبوت کا حکم آنحضرت صلعم کے بعد ختم ہو گیا۔ پس اس وجہ سے آنحضرت صلعم خاتم النبیین ہوئے۔

۴۔ حضرت ملا علی قاری فرماتے ہیں:۔

قُلْتُ وَمَعَ هٰذَا لَوْ عَاشَ اِبْرَاهِیْمُ وَصَارَ نَبِیًّا وَکَذَا لَوْ صَارَ عُمَرُ نَبِیًّا لَکَانَا مِنْ اَتْبَاعِهٖ عَلَیْهِ السَّلَامُ ..... فَلَا یُنَاقِضُ قَوْلَهٗ تَعَالٰی خَاتَمَ النَّبِیِّیْنَ اِذِ الْمَعْنٰی اَنَّهٗ لَا یَأْتِیْ نَبِیٌّ بَعْدَهٗ یَنْسَخُ مِلَّتَهٗ وَلَمْ یَکُنْ مِنْ اُمَّتِهٖ۔

(موضوعات کبیر صفحہ ۵۸ و ۵۹)

میں کہتا ہوں کہ اس کے ساتھ آنحضرت صلعم کا فرمانا کہ اگر میرا بیٹا ابراہیم زندہ رہتا تو نبی ہو جاتا اور اسی طرح اگر عمرؓ نبی ہو جاتا تو آنحضرت کے متبعین میں سے ہوتے۔ پس یہ قول خاتم النبیین کے مخالف نہیں ہے۔ کیونکہ خاتم النبیین کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلعم کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں آ سکتا۔ جو آنحضرت صلعم کی شریعت کو منسوخ کرے اور آپ کی اُمّت سے نہ ہو۔

۵۔ حضرت سید ولی اللہ صاحب محدث دہلوی فرماتے ہیں:۔

خُتِمَ بِهِ النَّبِیُّوْنَ اَیْ لَا یُوْجَدُ مَنْ یَّأْمُرُهُ اللّٰہُ سُبْحَانَهٗ بِالتَّشْرِیْعِ عَلَی النَّاسِ۔ (تفہیماتِ الٰہیہ تفہیم ۵۳)

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نبی ختم ہو گئے۔ یعنی آپ کے بعد کوئی ایسا شخص نہیں ہو سکتا جس کو خدا تعالیٰ شریعت دے کر لوگوں کی طرف مامور کرے۔

۶۔ مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی فرماتے ہیں:۔

"علمائے اہلسنت بھی اس امر کی تصدیق کرتے ہیں کہ آنحضرت صلعم کے عصر میں کوئی نبی صاحب شرع جدید نہیں ہو سکتا اور نبوت آپ کی تمام مکلفین کو شامل ہے اور جو نبی آپ کے ہمعصر ہوگا پس بہر تقدیر بعثت محمدیہ عام ہے۔" (دافع الوسواس فی اثر ابن عباس ص۳)

۷۔ جناب مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی بانی دیوبند "تحذیر الناس" میں فرماتے ہیں:۔

(ا) "سو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانہ کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم و تاخر زمانی میں بالذات کچھ

فضیلت نہیں پھر مقام مدح میں وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔ (صفحہ ۴)
(ب) اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلعم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئیگا۔ (صفحہ ۲۸)

۸۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: قُوْلُوْا اِنَّہٗ خَاتَمُ الْاَنْبِیَآءِ وَلَا تَقُوْلُوْا لَا نَبِیَّ بَعْدَہٗ۔
(درِّ منثور جلد ۵ صفحہ ۲۰۴ و تکملہ مجمع البحار جلد ۴ صفحہ ۸۵)

"کہ یہ تو کہو کہ آنحضرت صلعم خاتم النبیین ہیں مگر یہ کبھی نہ کہنا کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا۔"

حضرت امام ابن حجر الہیثمی حدیث "لو عاش ابراہیم لکان صدیقاً نبیاً" کی مفصل بحث میں اس حدیث کو صحیح ثابت کر کے لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادہ حضرت ابراہیم نبی تھے چنانچہ وہ حضرت علیؓ کی روایت بدیں الفاظ نقل کرتے ہیں:۔

"وَاَدْخَلَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَدَہٗ فِیْ قَبْرِہٖ فَقَالَ اَمَا وَاللّٰہِ اِنَّہٗ لَنَبِیٌّ اِبْنُ نَبِیٍّ وَبَکٰی وَبَکَی الْمُسْلِمُوْنَ حَوْلَہٗ۔" (الفتاوی الحدیثیۃ مصری صفحہ ۱۵۰)

"کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابراہیمؑ کی تدفین کے وقت اُن کی قبر میں ہاتھ ڈالا اور فرمایا خدا کی قسم! وہ نبی ہے اور نبی کا بیٹا بھی ہے پس آپ بھی چشم پُرآب ہو گئے اور دوسرے مسلمان بھی حضور کے ارد گرد رو پڑے۔"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بیٹے ابراہیمؑ کا جنازہ پڑھائے بغیر اس کو دفن فرمایا تھا۔

حضرت شیخ الاسلام علامہ ابن حجر العسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کا مندرجہ ذیل قول حضرت امام ابن حجر ہیثمی نقل کرتے ہیں:۔

"اِنَّہٗ لَا یُصَلِّیْ نَبِیٌّ عَلٰی نَبِیٍّ وَقَدْ جَآءَ لَوْ عَاشَ لَکَانَ نَبِیًّا۔" (الفتاوی الحدیثیۃ صفحہ ۱۵۰)

یعنی علامہ زرکشی فرماتے ہیں کہ نبی، نبی کا جنازہ نہیں پڑھایا کرتے اور حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ اگر وہ زندہ رہتا تو ضرور نبی ہوتا۔ اس کے بعد امام ابن حجر الہیثمی لکھتے ہیں:۔

"وَلَا بُعْدَ فِیْ اِثْبَاتِ النُّبُوَّۃِ لَہٗ مَعَ صِغَرِہٖ لِاَنَّہٗ کَعِیْسَی الْقَائِلِ یَوْمَ وُلِدَ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰہِ اٰتَانِیَ الْکِتٰبَ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا وَکَیَحْیٰی الَّذِیْ قَالَ تَعَالٰی فِیْہِ وَاٰتَیْنٰہُ الْحُکْمَ صَبِیًّا۔" (الفتاوی الحدیثیۃ صفحہ ۱۵۰) کہ صاحبزادہ حضرت ابراہیمؑ کا بچپن کی عمر ہی میں نبی ہونا بعید از قیاس نہیں۔ کیونکہ وہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کی طرح تھے جنہوں نے اپنی پیدائش ہی کے دن کہا تھا کہ میں نبی ہوں اور نیز آپ حضرت یحیٰیؑ کی طرح ہیں جن کی نسبت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے اس کو بچپن ہی کی عمر میں حکمت عطا فرمائی۔" پھر فرماتے ہیں:۔

وَبِہٖ یُعْلَمُ تَحْقِیْقُ نُبُوَّۃِ سَیِّدِنَا اِبْرَاھِیْمَ فِیْ حَالِ صِغَرِہٖ۔" (الفتاوی الحدیثیۃ صفحہ ۱۵۰)
کہ ان دلائل سے یہ بات پایۂ تحقیق کو پہنچ گئی کہ حضرت صاحبزادہ ابراہیم بچپن کی عمر میں ہی نبی تھے۔
(صفحہ ۲۹۳)

گویا حضرت امام ابن حجر الہیثمی امام شیخ بدرالدین الزرکشی اور حضرت شیخ الاسلام حافظ ابن حجر العسقلانی

کے مندرجہ بالا اقوال و تحریرات سے ثابت ہوا کہ حضرت ابراہیمؑ ابن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کم از کم حضرت امام ابن حجر الہیثمی کا عقیدہ یہ تھا کہ وہ آیت خاتم النبیین کے نزول کے بعد پیدا ہونے کے باوجود نبی تھے۔

مسیح موعودؑ بعد نزول نبی اللہ ہوگا

۹۔ مَنْ قَالَ بِسَلْبِ نُبُوَّتِہٖ کَفَرَ حَقًّا (حج الکرامہ ص۴۳۱) کہ امام جلال الدین صاحب سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص یہ کہے کہ عیسٰی علیہ السلام بعد نزول نبی نہ ہونگے وہ پکا کافر ہے۔

پھر لکھا ہے "فَھُوَ عَلَیْہِ السَّلَامُ وَ اِنْ کَانَ خَلِیْفَۃً فِی الْاُمَّۃِ الْمُحَمَّدِیَّۃِ فَھُوَ رَسُوْلٌ وَ نَبِیٌّ کَرِیْمٌ عَلٰی حَالِہٖ" (حج الکرامہ ص۴۳۱) کہ وہ باوجود اس بات کے کہ وہ اُمت محمدیہ کے ایک خلیفہ ہوں گے پھر بھی بدستور رسول اور نبی رہیں گے۔

پس یہ کہنا کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام بعد از نزول نبی نہ ہوں گے باطل ہے۔

۱۰۔ نواب نور الحسن خان ابن نواب صدیق حسن خاں صاحب لکھتے ہیں۔

"حدیث لَا وَحْیَ بَعْدَ مَوْتِیْ بے اصل ہے لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ آیا ہے اس کے معنی نزدیک اہل علم کے یہ ہیں کہ میرے بعد کوئی نبی شرع ناسخ نہ لاوے گا۔" (اقتراب الساعۃ ص۱۶۲ مطبوعہ ۱۳۲۲ھ)

مولانا روم اور ختم نبوت

مثنوی مولانا روم کے متعلق مولانا جامی کہتے ہیں کہ ؎

مثنوی مولوی معنوی ہست قرآں در زبانِ پہلوی

{ "نفحات الانس" از عبدالرحمٰن بن احمد الجامی در ذکر الشیخ مولانا جلال الدین رومی۔ ۲۔ "الہام منظوم" دفتر اول ترجمہ مثنوی مولانا روم از شیخ عاشق حسین سیماب صدیقی الوارثی اکبر آبادی شائع کردہ فیروز دین مقدمہ ص }

۱۔ مثنوی مولانا روم کے مندرجہ ذیل اشعار مسئلہ ختم نبوت کی حقیقت واضح کرتے ہیں:۔

(ا) مَعْنِیْ نَخْتِمُ عَلٰی اَفْوَاھِھِمْ۔ ایں شناس ایں است راہرو را مہم کہ نَخْتِمُ عَلٰی اَفْوَاھِھِمْ کے معنی سمجھنے کی کوشش کرو کیونکہ یہ رسالت کے راستہ میں ایک مشکل ہے۔

(ب) تا ز راہِ خاتمِ پیغمبراں بُو کہ برخیزد ز لب ختمِ گراں

یعنی تاکہ ممکن ہے کہ لب ہلانے سے خاتم النبیین کے راستے سے ایک بھاری ختم اُٹھ جاتے۔

(ج) ختمہائے کانبیاء بگذاشتند آں بدینِ احمدی برداشتند

وہ بہت سے ختم جو پہلے نبی چھوڑ گئے تھے وہ سب دین احمدی میں اُٹھا دیئے گئے۔

(د) قفلہائے ناکشودہ ماندہ بود از کفِ اِنَّا فَتَحْنَا برکشود

یعنی بہت سے تالے بند پڑے ہوتے تھے مگر آنحضرت صلعم نے اِنَّا فَتَحْنَا کے ہاتھ سے سب کھول دیئے۔

(ہ) اُو شفیع است ایں جہان و آں جہاں ایں جہاں در دین و آنجا در جناں